

واہب کے وکیل نے چیز ہلاک کر دی تو کیا حکم ہے؟

دارالافتاء اہلسنت (دعوت اسلامی)

سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ میرے شوہر تقریباً بیس سال سے الگ رہ رہے تھے، انہوں نے تقریباً سات سال پہلے ہمارے گھر آکر میرے دو بیٹوں کو چھ لاکھ، ان کے ہاتھ میں دیئے، مجھے دو لاکھ دیئے اور مجھے میری دو بالغ بیٹیوں کے سامنے ان کے نام سے تین تین لاکھ روپے دیئے اور بیٹیوں والی رقم میرے پاس ہی رکھی رہی، ان کے قبضہ میں نہیں دی، یہاں تک کہ میں نے 18 لاکھ کا ایک مکان خاص اپنے دو بیٹوں کی نیت سے خریدا، جس میں بیٹیوں کو دینے والی رقم یعنی تین تین لاکھ بھی شامل تھی۔ تو مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ مکان خاص میرے بیٹوں کا ہے یا اس میں بیٹیوں کو دینے والی رقم بھی شامل ہونے کی وجہ سے ان کا بھی حصہ ہے؟ رہنمائی فرمادیں۔

نوٹ: سائلہ نے واضح کیا ہے کہ مالک مکان سے ڈیلنگ انہوں نے خود کی، خریداری کو کسی بیٹے، بیٹی کی طرف منسوب نہیں کیا، البتہ نیت بیٹوں کے لئے ہی خریدنے کی تھی، مکان 18 لاکھ میں خریدا تھا، اس رقم کی ادائیگی کے لئے دونوں بیٹوں سے پانچ پانچ لاکھ لیے، میرے دو لاکھ اور تین تین لاکھ وہ تھے جو کہ دونوں بیٹیوں کے نام سے ملے تھے۔ نیز بیٹیوں والی رقم کے حوالے سے وضاحت دی کہ میری بیٹیوں نے مجھے گفٹ پر قبضہ کرنے کا وکیل نہیں بنایا تھا، بلکہ میرے شوہر نے مجھے ان کے نام سے رقم دی تھی۔ ان دو بیٹیوں سے بھی وضاحت لی تو انہوں نے بھی کہا کہ ہم نے والدہ کو تین تین لاکھ پر قبضہ کرنے کا وکیل نہیں بنایا تھا، لیکن ہم والدہ ہی کے ساتھ رہتے تھے، اس لئے ہمارے والد نے وہ رقم ہمارے ہاتھ میں دینے کے بجائے والدہ کے ہاتھ میں دی۔ دونوں بیٹوں سے پانچ پانچ لاکھ قرض یا ہبہ کے اعتبار سے دینے کے متعلق وضاحت لی گئی تو انہوں نے بتایا کہ والدہ نے مکان کی پیمنٹ کی ادائیگی کرنے کے لئے پیسے لیے تھے، اور ہم سے یہ بات نہیں کی کہ میں تمہارے لئے خرید رہی ہوں یا اپنے لیے، نیز وہ رقم ہم دونوں نے قرض کی نیت سے نہیں دیئے، بلکہ واپس نہ لینے یعنی گفٹ کی نیت سے دیئے تھے۔ نیز اب سائلہ کے شوہر انتقال کر چکے ہیں۔

جواب

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ بالا مکان کی مالک صرف آپ ہی ہیں، اس میں کسی بیٹے یا کسی بیٹی کا کوئی حق و حصہ نہیں، نیز آپ کے ذمے دونوں بیٹوں کے پانچ پانچ لاکھ کی رقم بھی لازم نہیں، جبکہ تین تین لاکھ آپ کے ذمے لازم ہے جو کہ صرف بیٹیوں کو نہیں دیں گی، بلکہ مرحوم شوہر کے تمام ورثاء میں ان کے حصہ میراث کے مطابق تقسیم کریں گی۔

اس کی تفصیل کچھ اس طرح ہے کہ خریداری جب مطلق ہو یعنی خریدار نے اسے اپنے غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو تو اگرچہ خریدار کی نیت اپنے علاوہ کسی دوسرے کے لئے خریدنے کی ہو، بیع خریدار پر ہی نافذ ہوتی ہے اور اس چیز کا مالک وہی قرار پاتا ہے، صرف نیت سے دوسرے کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، یونہی خریداری میں محض کسی دوسرے کی رقم شامل ہونے سے اس چیز میں اس دوسرے کا کوئی حصہ و ملکیت نہیں ہوتا۔ لہذا جب آپ نے مالک مکان سے خریداری کے وقت ایجاب یا قبول کے الفاظ کو بیٹوں کی طرف منسوب نہیں کیا، تو آپ ہی اس مکان کی مالک ہوئی، بیٹے اس مکان کے مالک نہیں ہوئے، اگرچہ آپ کی نیت ان کے لئے خریدنے کی تھی، یونہی مکان کی خریداری میں بیٹوں سے لیے ہوئے پانچ پانچ لاکھ اور بیٹیوں کو ہبہ کیے جانے والے تین تین لاکھ شامل ہونے کی وجہ سے بھی بیٹے اور بیٹیاں اس مکان کے مالک و حصہ دار نہیں ہوئے کہ محض کسی کی رقم شامل ہونے سے وہ شخص اس چیز کا مالک نہیں بنتا۔

نیز آپ کے ذمے پانچ پانچ لاکھ جو کہ دونوں بیٹوں سے لیے تھے، وہ دینا لازم نہیں کیونکہ آپ کے دونوں بیٹوں نے آپ کو مکان کی پیمنٹ کے وقت پانچ پانچ لاکھ بطور ہبہ دیئے تھے، بطور قرض نہیں دیئے تھے۔ جبکہ دونوں بیٹیوں کو آپ کے شوہر کی طرف سے ملنے والے تین تین لاکھ کا تاوان آپ کے ذمہ لازم ہے جو کہ صرف ان دو بیٹیوں کو دینے کے بجائے آپ اپنے مرحوم شوہر کے تمام ورثاء میں ان کے حصہ میراث کے مطابق تقسیم کریں گی کیونکہ آپ کے شوہر نے آپ کو تین تین لاکھ روپے بیٹیوں کو دینے کے لئے وکیل کیا، آپ کی بیٹیوں نے آپ کو ہبہ پر قبضہ کرنے کا وکیل نہیں کیا، اور ہبہ کے مکمل ہونے کے لئے موہوب لہ (جس کو تحفہ دیا جا رہا ہے) یا اس کے وکیل کا قبضہ کرنا ضروری ہے جبکہ یہاں پر بیٹیوں کا یا ان کے وکیل کا قبضہ نہیں ہوا یہاں تک کہ آپ نے موہوبہ تین تین لاکھ استعمال کر کے ہلاک کر دیئے، تو موہوبہ چیز کے ہلاک ہونے سے ہبہ باطل ہو گیا، جس کی وجہ سے اس کا تاوان آپ پر لازم ہوا جو کہ شوہر کو کریں گے، اور ان کے انتقال کر جانے کے سبب بیٹیوں سمیت سب ورثاء میں ان کے حصہ میراث کے مطابق تقسیم کریں گے۔

اس کی نظیر یہ مسئلہ بھی ہے کہ ایک شخص نے دوسرے کو کچھ رقم صدقہ کرنے کے لئے یا اپنے اہل و عیال پر خرچ کرنے کے لئے دی، اس نے صدقہ کرنے یا اہل و عیال پر خرچ کرنے کے بجائے اس کو اپنے استعمال میں لا کر ہلاک کر دی تو دوسرا شخص، پہلے کو اس رقم کا تاوان دے گا، محض بعد میں اپنی ذاتی رقم اس کے طرف سے صدقہ کرنے یا اس کے اہل و عیال پر خرچ کرنے سے تاوان سے بری نہیں ہوگا، یونہی مذکورہ مسئلہ میں آپ کے شوہر نے آپ کو ان بیٹیوں کو دینے کے لئے تین تین لاکھ دیئے تھے، آپ نے ان کو دینے سے پہلے استعمال کر کے ختم کر دیئے تو آپ پر تین تین لاکھ کا تاوان شوہر کو ادا کرنا لازم ہوا، ان کے انتقال کر جانے کے سبب ان کے سب ورثاء میں ان کے حصہ میراث کے مطابق تقسیم کریں گی۔

بیع کس کے لئے واقع ہوتی ہے اس کو بیان کرتے ہوئے درمختار میں ہے: "لو اشتری لغيره نفذ عليه اذا لم يصفه الى غيره۔ ملخصاً" اگر کسی نے کوئی چیز دوسرے کے لئے خریدی تو خریداری اسی (خریدار) پر نافذ ہوگی جبکہ اسے (خریداری کو) اپنے غیر کی طرف منسوب نہ کیا ہو۔ (درمختار مع رد المحتار، ج 7، ص 322، مطبوعہ کوئٹہ)

ردالمحتار میں ہے: "قوله: (نفذ عليه) ای: علی المشتري ولو اشهد انه يشتريه لفلان وقال فلان: رضيت فالعقد للمشتري لانه اذا لم يكن وكيلاً بالشراء وقع الملك له فلا اعتبار بالاجازة بعد ذلك لانها انما تلحق الموقوف لا النافذ۔" مصنف عليه الرحمہ کا قول: (خریداری اس پر نافذ ہوگی) یعنی خریدار پر اگرچہ اس نے گواہ بنالیا ہو کہ فلاں کے لئے خرید دے گا اور فلاں نے بھی کہا: میں راضی ہوں تو عقد مشتری کے لئے ہوگا کیونکہ جب وہ خریدنے کا وکیل نہیں ہے تو ملک اس (خریدار) کے لئے واقع ہوئی لہذا اس کے بعد اجازت کا اعتبار نہیں ہوگا کیونکہ اجازت موقوف کو لاحق ہوتی ہے، نہ کہ نافذ کو۔ (ردالمحتار، ج 7، ص 322، مطبوعہ: کوئٹہ)

فضولی شخص نے محض دوسرے کی نیت سے کوئی چیز خریدی، جبکہ لفظوں میں خریداری کو دوسرے کی طرف منسوب نہیں کیا تو بیع خریدار پر ہی نافذ ہوگی، دوسرے کی نیت کی وجہ سے، خریداری اس کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگی، چنانچہ بحر الرائق اور بنایہ شرح الہدایہ میں ہے: "واللفظ للآخر" واعلم أن شراء الفضولي على وجوه ذكرها في الفتاوى الصغرى وتتمته: الأول: إن أضاف الشراء إليه نصاً بأن قال البائع بعث هذا من فلان، وقال الفضولي: اشتريت لفلان أو قبلت لفلان، وإن لم يقل لفلان فإنه يتوقف۔ والثاني: لو قال بعث منك، وقال الفضولي: قبلت أو قال اشتريت ونوى بقلبه لفلان ينفذ بالاتفاق على المشتري ولا يتوقف۔ الثالث: إذا قال الفضولي: اشتريت هذا فلان، وقال البائع بعث منك ذكر فيه شيخ الإسلام خواهرزاده روايتين: والصحيح أنه لا يتوقف بلا خلاف۔ الرابع: إذا قال البائع: بعث منك هذا لأجل فلان، فقال المشتري: اشتريت، أو قبلت، أو قال المشتري: اشتريت هذا لأجل فلان فقال البائع بعث فإنه لا يتوقف۔" اور جان لو کہ فضولی شخص کی خریداری کی کئی صورتیں ہیں جنہیں "فتاویٰ صغریٰ" اور اس کی تتمہ میں ذکر کیا گیا ہے: پہلی صورت: اگر فلاں کی طرف خریدنے کی نسبت صراحۃً ہو، اس طرح کہ بائع کہے "میں نے یہ فلاں شخص کو بیچا"، اور فضولی نے کہا: "میں نے فلاں کے لئے خریدا" یا "میں نے فلاں کے لئے قبول کیا"، اگرچہ وہ "فلاں کے لئے" نہ بھی کہے، تو بھی بیع موقوف ہوگی یعنی فلاں کی اجازت پر۔ دوسرا طریقہ: اگر بیچنے والے نے کہا: "میں نے تجھے بیچا"، اور فضولی نے کہا: "میں نے قبول کیا" یا "میں نے خریدا" اور دل میں نیت کی کہ فلاں کے لئے خریدا ہے، تو یہ خرید و فروخت خریدار (فضولی) کے حق میں بالاتفاق نافذ ہو جائے گی اور فلاں کی اجازت پر موقوف نہیں ہوگی۔ تیسرا طریقہ: جب فضولی نے کہا: "میں نے یہ فلاں کے لئے خریدا"، اور بیچنے والے نے کہا: "میں نے تمہیں بیچا"، تو شیخ الاسلام خواہر زادہ نے اس میں دو روایتیں نقل کی ہیں، اور صحیح قول کے مطابق یہ معاملہ بلا خلاف موقوف نہیں ہوگا۔ چوتھا طریقہ: اگر بیچنے والے نے کہا: "میں نے یہ تم سے فلاں کی خاطر بیچا"، اور خریدار نے کہا: "میں نے خریدا" یا "میں نے قبول کیا"، یا خریدار نے کہا: "میں نے یہ فلاں کی خاطر خریدا" اور بیچنے والے نے کہا: "میں نے بیچا"، تو ایسی صورت میں بھی یہ بیع موقوف نہیں ہوگی، بلکہ نافذ ہو جائے گا۔ (بنایہ شرح الہدایہ، ج 10 ص 89 تا 90، مطبوعہ: کوئٹہ) (بحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج 06 ص 249، مطبوعہ: کوئٹہ)

یونہی سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "جو (جائیداد) دوسرے کے روپے سے خریدی وہ اگر اپنے لئے خریدی یعنی عقد بیع دوسرے کے نام نہ کرایا تو وہ بھی اسی مشتری کی ہے لان الشراء متى وجد نفذاً على المشتري نفذ (اس لئے کہ خریداری جب مشتری پر نفاذ کے طور پر پائی جائے تو نافذ ہو جاتی ہے۔ ت) پھر اس صورت میں اگر ثابت ہو کہ یہ روپیہ دوسرے

نے اسے بطور تملیک دے دیا تھا تو روپیہ کا بھی مطالبہ اس پر نہ تھا ورنہ اگر باجائز تھا قرض تھا، بے اجائز تھا غضب تھا، بہر حال اس پر ضمان لازم ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج 17، ص 138، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

کسی چیز کی خریداری میں محض دوسرے کی رقم شامل ہونے سے، اس چیز میں دوسرے کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی، چنانچہ فتاویٰ خیرہ میں ہے: "لا تثبت الدار للاب بقول الابن اشتريتها من مال ابی اذ لا يلزم من الشراء من مال الاب ان يكون المبيع للاب۔" گھر والد کا ثابت نہیں ہوگا بیٹے کے اس قول سے کہ میں نے گھر کو اپنے والد کے مال سے خریدا ہے کیونکہ والد کے مال سے خریدنے سے لازم نہیں آتا کہ بیع والد کی ہو۔ (فتاویٰ خیرہ بھامش تنقیح فتاویٰ حامدیہ، ج 01، ص 351، مطبوعہ: پشاور)

دوسرے کی رقم سے چیز خریدی تو چیز کی ملکیت خریدنے والے کی ہوگی، پھر دوسرے نے وہ رقم ہبہ کے طور پر دی ہوگی تو خریدنے والے پر اس رقم کی واپسی نہیں، اور اگر ہبہ کے طور پر نہیں دی، بلکہ قرض کے طور پر دی ہے تو اس رقم کو واپس دینا ہوگا، چنانچہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمن فرماتے ہیں: "وہ خریداری ہندہ نے اگر اپنے لئے کی ہے، مالک صرف ہندہ ہے اگرچہ قیمت میں شوہر کا روپیہ بھی شریک ہے، پھر یہ روپیہ اگر شوہر نے ہبہ دیا فہا ورنہ اس قدر روپیہ ہندہ سے واپس لے سکتا ہے۔" (فتاویٰ رضویہ، ج 19، ص 391، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)

موہوبہ چیز پر ملکیت کے لئے موہوب لہ کا قبضہ کرنا شرط ہے، قبضہ سے پہلے موہوب لہ مالک نہیں ہوتا جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "ومنہا ان یکون الموهوب مقبوضا حتی لا یثبت الملك للموهوب له قبل القبض۔" اور ان شرائط میں سے یہ ہے کہ موہوبہ چیز پر قبضہ کیا گیا ہو یہاں تک کہ قبضہ سے پہلے موہوب لہ کی ملکیت ثابت نہیں ہوتی۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج 04، ص 374، مطبوعہ: کوئٹہ) واہب اور موہوب لہ دونوں، ہبہ میں موہوبہ چیز کو پہنچانے اور قبضہ کرنے کے لئے کسی کو وکیل بنا سکتے ہیں چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: "يجوز للواهب ان یوکل بالتسليم وللموهوب له ان یوکل بالقبض۔" واہب کے لئے جائز ہے کہ وہ موہوبہ چیز سپرد کرنے کے لئے وکیل بنائے اور موہوب لہ کے لئے جائز ہے کہ وہ قبضہ کے لئے وکیل بنا دے۔ (فتاویٰ عالمگیری، ج 3، ص 600، مطبوعہ: کوئٹہ)

اپنی بالغ اولاد کو کوئی چیز ہبہ کی تو ہبہ تمام ہونے کے لئے اس بالغ کا قبضہ کرنا شرط ہے، محض اس بالغ کے عیال میں موجود ہونے سے محض ہبہ کرنے سے ہبہ تمام نہیں ہوگا، چنانچہ تنویر الابصار میں ہے: "(وهبة من له ولاية على الطفل تتم بالعقد)۔ ملخصاً" وہ شخص بچہ کو ہبہ کرے جس کو بچہ پر ولایت حاصل ہے، تو عقد سے ہی ہبہ تمام ہو جائے گا۔

ردالمحتار میں علامہ ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ اس "على الطفل" عبارت کے تحت فرماتے ہیں: "فلو بالغاً یشتتر قبضه، ولو فی عیاله، تتار خانیه۔" تو اگر وہ بچہ بالغ ہو تو اس کی طرف سے قبضہ کرنا شرط ہے۔ اور اگرچہ وہ اس کے عیال میں ہو، "تتار خانیه"۔ (تنویر الابصار مع ردالمحتار، ج 8، ص 579 تا 580، مطبوعہ: کوئٹہ)

اپنی بالغ اولاد کو ہبہ کرے یا کسی اجنبی کو ہبہ کرے ہبہ تمام ہونے کے لئے دونوں کا قبضہ کرنا ضروری ہے، چنانچہ شرح المجملہ میں ہے :
 "اذا وهب احد لابنه الكبير البالغ العاقل شيئاً يلزم التسلم وبدونه قبضه لا تتم الهبة، اذ لا فرق بينه وبين الاجنبى حينئذ۔" اگر
 کوئی شخص اپنے بڑے، بالغ، عاقل بیٹے کو کوئی چیز ہبہ (تحفے) کے طور پر دے تو قبضہ ضروری ہے، اور بغیر قبضہ کے ہبہ مکمل نہیں
 ہوتا، کیونکہ قبضہ کے لازم ہونے میں بیٹے اور اجنبی میں کوئی فرق نہیں ہے۔ (شرح المجملہ، ج 3، ص 371، مطبوعہ: پشاور)
 بہار شریعت میں ہے : "ہبہ تمام ہونے کے لئے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا۔" (بہار شریعت، ج 3،
 ص 71، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی)

موبہوب لہ کے قبضہ سے پہلے موبہوبہ چیز ہلاک ہو جائے تو ہبہ باطل ہو جاتا ہے جیسا کہ سیدی اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ
 الرحمن فرماتے ہیں : "یہاں اگر موت عمرو سے پہلے چک بیکار ہو گیا تو ہبہ بوجہ ہلاک موبہوب قبل القبض باطل ہو گیا۔" (فتاویٰ رضویہ،
 ج 16، ص 246، مطبوعہ: رضافاؤنڈیشن، لاہور)

موکل نے وکیل کو دس درہم صدقہ کرنے کے لئے دیئے، وکیل نے اس درہم کو اپنی ذات پر خرچ کر دیا، اس کے بعد اپنی طرف سے
 اتنے درہم صدقہ کیے تو یہ موکل کی طرف سے نہیں ہونگے، بلکہ وکیل کی طرف سے شمار ہونگے اور وکیل موکل کو اتنی رقم کا تاوان
 دے گا، چنانچہ محیط برہانی میں ہے : "وفي وكالة العيون: رجل دفع إلى رجل عشرة دراهم ليتصدق بها، فأنفق الوكيل بها
 على نفسه، وتصدق بعشرة من مال نفسه عن الأمر، لم يجز؛ لأن بالإتفاق صارت الدراهم ديناً في الذمة، وما تصدق بهادراهم
 الوكيل، لا دراهم الأمر، ولو كانت الدراهم عنده قائمة، فلم يتصدق بها، وتصدق بغيرها، جاز استحساناً۔" کتاب 'العيون'
 کی وکالت کے باب میں ہے : ایک شخص نے دوسرے شخص کو دس درہم دیئے تاکہ وہ انہیں صدقہ کرے۔ تو وکیل نے وہ درہم اپنی
 ذات پر خرچ کر لیے، اور پھر اپنے مال میں سے دس درہم آمر کی طرف سے صدقہ کر دیئے، تو یہ جائز نہیں ہوگا۔ کیونکہ خرچ کرنے سے وہ
 درہم وکیل کے ذمے قرض ہو گئے، اور جن درہموں کو صدقہ کیا وہ وکیل کے درہم ہے، نہ کہ آمر کے درہم ہے، اگر وہ درہم اس کے
 پاس موجود تھے اور ان درہموں کو صدقہ نہیں کیا اور اس کے علاوہ دوسرے درہم صدقہ کیے تو استحساناً جائز ہے۔ (محیط برہانی، ج 15،
 ص 43، مطبوعہ: کراچی)

یونہی بہار شریعت میں ہے : "زید نے عمرو کو دس روپے دیے کہ یہ میرے بال بچوں پر خرچ کرنا۔۔۔ عمرو نے زید کے روپے خرچ
 کر ڈالے اس کے بعد بال بچوں کے لیے چیزیں خریدیں وہ سب عمرو کی ملک ہیں اور بچوں پر خرچ کرنا تبرع ہے اور زید کے روپے جو
 خرچ کیے ہیں اُن کا تاوان دینا ہوگا۔ ملقطاً" (بہار شریعت، ج 2، ص 1008، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ، کراچی)
 وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّ وَجَلَّ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلَیْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

مجیب : مولانا محمد نوید رضا عطاری مدنی

مصدق : مفتی فضیل رضا عطاری

فتویٰ نمبر: Har-7266



Dar-ul-Ifta Ahlesunnat (Dawat-e-Islami)



www.fatwaqa.com



[daruliftaahlesunnat](https://www.facebook.com/daruliftaahlesunnat)



[DaruliftaAhlesunnat](https://www.youtube.com/DaruliftaAhlesunnat)



[Dar-ul-ifta AhleSunnat](https://play.google.com/store/apps/details?id=com.daruliftaahlesunnat)



feedback@daruliftaahlesunnat.net